بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

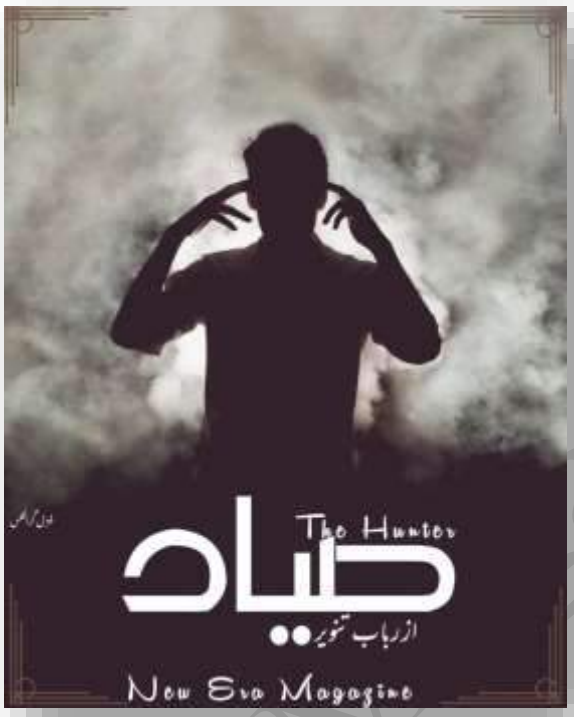

رباب تنویر نے یہ ناول(صیاد) صرف اور صرف نیو ایرا میگزین(New Era Magazine)کیلئے لکھا ہے۔اس ناول(صیاد)کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام صرف اور صرف نیو ایرا میگزین (New Era Magazine)کے نام محفوظ کیے جاتے ہیں۔ لہذا کسی بھی ادارے،ڈائجسٹ،سوشل میڈیا،ویب سائٹ یا کوئی بھی فرد بمعہ مصنف کو اس کا کوئی بھی حصہ کسی بھی صورت میں شائع کرنے کی سخت ممانعت ہے۔ عمل درآمد نہ کرنے کی صورت میں قانونی کاروائی کی جائے گی۔

شکریہ

ادارہ:نیو ایرا میگزین

****

"Life is not about having and getting, it's about being and becoming."

.....

گوادر کے راستے پر گامزن مرسیڈیز بینز میں خاموشی کا راج تھا. ڈرائیونگ سیٹ پر بلیک ٹرٹل نیک شرٹ اور گرے کوٹ میں ملبوس الہان براجمان تھا. مضبوطی سے سٹیرنگ پر ٹکے اس کے دائیں ہاتھ پر کالے رنگ کا بینڈ ہمیشہ کی طرح آج بھی موجود تھا. بظاہر وہ ڈرائیونگ کی جانب متوجہ تھا مگر در حقیقت شیڈز کا سہارا لے کر وہ وقتاً فوقتاً بیک سیٹ پر بیٹھی حجر کی جانب نگاہ ڈالنا نہیں بھولتا تھا. کن اکھیوں سے فرنٹ مرر سے سر جھکائے ہاتھ میں پکڑے صفحات پر کچھ لکھتی حجر کی حرکات واسناد اور تاثرات کا جائزہ لینے کے دوران اس کی دائیں ٹانگ مسلسل حرکت کر رہی تھی. ٹانگ کی وائبریشن اس کی اعصابی بے چینی کا ثبوت تھی اور اس بے چینی کی وجہ حجر کے ہاتھ میں موجود صفحے پر درج الفاظ تھے. وہ الفاظ اسی نے ہی مونسٹر کی حیثیت سے لکھے تھے مگر اب وہ میسج پڑھ کر حجر کا ری ایکشن جاننے کے لیے بے چین تھا. وہ دونوں صبح نو بجے کے قریب اسلام آباد سے گوادر جانے کے لیے روانہ ہوئے تھے. سفر کے دوران حجر نے پیسنجر سیٹ کی نسبت بیک سیٹ پر بیٹھنے کو ترجیح دی تاکہ وہ آرام دہ انداز میں بیٹھ کر چند اہم کام

نمٹا سکے. ان چند کاموں میں سے ایک مونسٹر کا بھیجا کرپٹو گرام ڈیکوڈ کرنا تھا جسے پچھلے کچھ دنوں میں مصروفیت کے باعث وہ ڈیکوڈ نہیں کر پا رہی تھی. کیس پر کچھ دیر کام کرنے کے بعد وہ پچھلے آدھے گھنٹے سے کرپٹو گرام سے سر کھپا رہی تھی. گاڑی میں چھائی خاموشی کو الہان کے فون کی کال بیل نے توڑا. سکرین پر انٹرنیشنل نمبر دیکھ کر اس نے کان میں لگی بلوتوتھ ڈیوائس کا بٹن دبا کر فون آن کیا.

"ہیلو!" نظریں سڑک پر مرکوز رکھے وہ بولا. فون کی آواز کے باعث حجر کا دھیان بھی اس کی ہی جانب مبذول ہو گیا تھا.

"ہالو!....الہان مرتضی؟" دوسری جانب سے ایک رعب دار مردانہ آواز گونجی.

"جی...آپ کون؟" اس کی گھمبیر آواز گاڑی میں گونجی.

"میں ایرک پائیپر ہوں." دنیا کے آخری کونے ناروے میں اپنے گھر کے لان میں بیٹھے فار نے جواب دیا. مور بھی ان کے قریب ہی بیٹھی تھیں اور ان کے اصرار پر ہی انہوں نے الہان کو فون کیا تھا.

"ایرک پائیپر...." اس نے نام زیر لب دہرایا. یہ نام اسے جانا پہچانا لگا تھا مگر چاہنے کے باوجود بھی اسے یاد نہیں آ رہا تھا کہ اس نے یہ نام کہاں سنا ہے. اس کے منہ سے فار کا نام سن حجر حیران ہوئی.

"کیا کہا آپ نے؟" اسے لگا کہ شاید اسے سننے میں غلطی ہوئی ہے تبھی اس نے دوبارہ کنفرم کرنا چاہا. اس کے سوال کا الہان نے کوئی نوٹس نہ لیا تو وہ دونوں سیٹ کے درمیان موجود جگہ سے آگے ہو کر پیسنجر سیٹ پر رکھے فون پر لکھا نمبر دیکھنے لگی. ایک لمحہ لگا تھا اسے فار کا نمبر پہچاننے میں. صبح ہی تو اس کی فار اور مور سے بات ہوئی تھی اور اس نے انہیں اپنی فیملی واپس ملنے کے متعلق بتایا تھا.

"کون ایرک پائیپر؟" الہان نے فون کی دوسری جانب موجود فار سے استفسار کیا. اس سے پہلے کے فار کوئی جواب دیتے حجر نے پیسنجر سیٹ سے فون اٹھا کر کال بند کر دی.

اس کی اس کاروائی پر الہان اچھنبے سے بولا.

"کال کیوں کاٹی آپ نے؟ اس کے سوال پر حجر سے فوراً کوئی جواب نہ بن پڑا.

"وہ... مجھے فون چاہیے تھا آپ کا میں نے ایک کال کرنی ہے مگر میرے فون کی بیٹری نہیں ہے." اس نے بمشکل بات بنائی. الہان اس کی حرکت پر لب بھینچ کر رہ گیا.

"کر لیں کال آپ" خود پر ضبط کرتے ہوئے وہ بولا.

"شکریہ" اتنا کہہ کر وہ یوں پوز کرنے لگی جیسے واقعی کسی کو فون کر رہی ہو. فون اس کے ہاتھ میں ہی تھا جب فار کی دوبارہ کال آئی. لمحے کی تاخیر کیے بغیر اس نے کال ریسیو کر کے فون کان سے لگایا.

”ہالوفار!" وہ نارویجین زبان میں بولی. الہان اس کے یوں فون ریسیو کرنے پر اسکا منہ دیکھتا رہ گیا.

"حجر آپ؟"فار تعجب سے بولے.

”جی فار ہیں... مسٹر الہان کے فون پر آپ کا نمبر دیکھا تو سوچا کیوں نہ بات کر لوں."

اس کے ناور یجین زبان میں بولنے کے باعث ایک لفظ بھی الہان کے سمجھ میں نہیں آ رہا تھا.

”اچھا"فار بے دلی سے بولے.

”آپ نے مسٹر الہان کو کسی کام سے فون کیا تھا؟فون نمبر آپ نے کس سے لیا ان کا؟....ضرور سائمن سے لیا ہوگا."اس نے اندازہ لگایا.

”ہاں سائمن نے ہی دیا ہے الہان کا نمبر....مجھے کچھ کام تھا الہان سے تبھی میں نے سائمن سے اس کا نمبر لیا ہے."انہوں نے تفصیل بتائی.

”اچانک سے کیا کام پڑ گیا ہے آپ کو ان کے ساتھ؟"حجر بھنویں اچکا کر بولی.

”ہے ایک کام... آپ الہان سے بات کروائیں میری"فار نے اسے کال کا مقصد بتانا ضروری نہ سمجھا.اس ساری گفتگو کے دوران الہان خاموشی سے بیٹھا یہ سوچنے میں

New Era Magazine

مصروف تھا کہ لائن کے دوسری جانب ایسا کون سا شخص ہے جس سے حجر اتنی لمبی بات کر رہی ہے. گاڑی اب اس نے سڑک کے ایک جانب روک رکھی تھی.

"جی اچھا فار" وہ مودب انداز میں بولی اور پھر فون الہان کی جانب بڑھایا

"کون ہے؟" فون تھامتے ہوئے الہان نے پوچھا.

"فادر ہیں میرے" وہ بادل نخواستہ بولی.

"آپ کے فادر نے مجھ سے کیا بات کرنی ہے؟"

"پوچھ لیں خود ہی" وہ منہ بسوڑ کر بولی. اس کے یوں منہ بنانے پر الہان نے کندھے اچکاتے ہوئے فون کان سے لگایا.

"الہان مرتضی سپیکنگ"

"کیسے ہیں آپ بیٹا؟" فار نے خوش دلی سے سوال کیا.

"الحمدللہ.. آپ بتائیں؟ مور کیسی ہیں؟" اس نے اخلاقاً پوچھا.

"میں تو ٹھیک ہوں مگر آپکی مور حجر کو لے کر کچھ پریشان ہیں. انہی کے مجبور کرنے پر میں نے کال کی ہے آپ کو." فار بے بسی سے بولے.

"مگر کیوں؟ حجر تو بالکل ٹھیک ہے۔" بات کے دوران ہی الہان گاڑی کا دروازہ کھول کر گاڑی سے باہر نکل گیا۔ حجر جو بڑے غور سے اس کی بات سن رہی اس کے یوں چلے جانے پر ضبط کا کڑوا گھونٹ بھر کر رہ گئی۔

"وہ خود کو ٹھیک ظاہر کر رہی ہے مگر اندر ہی اندر اپنے اصلی والدین کی ڈیتھ پر وہ بہت دکھی ہے۔ الیکزینڈرہ (مور) کا تو بس نہیں چل رہا ورنہ وہ اڑ کر حجر کے پاس آ جاتیں اور اس کو دلاسا دیتیں۔ خیر میں نے آپ سے بس یہی کہنا تھا کہ آپ اس کا خیال رکھیں۔" وہ تاکیدی انداز میں بولے۔

"آپ بے فکر رہیں میں حجر کا خیال رکھوں گا۔" وہ سڑک کنارے پڑے پتھروں پر کھڑا تھا جبکہ حجر بند گاڑی کے شیشوں سے غصے سے اسے گھور رہی تھی۔ وہ اس سے فاصلے پر تھا تبھی وہ ایک لفظ بھی سن نہیں پا رہی تھی۔

"آپ کی موجودگی کے باعث اتنا اطمینان تو ہوا کہ کوئی تو ہے جو اس انجان ملک میں حجر کا اپنا ہے۔" فارد دھیمے لہجے سے بولے۔

"نہ یہ ملک حجر کے لیے انجان ہے نہ ہی یہاں کہ لوگ۔ ہمیں حجر بہت عزیز ہے۔ اتنے سالوں بعد ملی ہے وہ... اب اسے کچھ ہونے نہیں دیں گے... اور گزرے سالوں میں حجر کا خیال رکھنے کا شکریہ" اس نے اطمینان بخش جواب دیا۔

"حجر ہماری بیٹی نہیں ہے مگر میں نے اور الیکزینڈرہ نے کبھی اسے بیٹی سے کم نہیں سمجھا. اپنی بیٹی کا خیال رکھ کر ہم نے آپ پر احسان نہیں کیا." فار نرم لہجے میں بولے.

"یہ تو آپ کی خوش اخلاقی ہے.... میں نے خود بھی آپ سے بات کرنی تھی. سوچا تھا فون کروں گا آپ کو مگر اس سے پہلے کہ میں اپنی سوچ پر عمل درآمد کرتا آپ نے خود ہی فون کر لیا." پاؤں میں پہنے سنیکرز سے پتھر اچھالتا الہان سوچ سوچ کر بول رہا تھا.

"کیا کہنا تھا آپ نے؟" فار نے استفسار کیا.

"اصل میں نے آپ سے اجازت مانگنی تھی." وہ ہچکچا کر گویا ہوا.

"کیسی اجازت؟" وہ سوالیہ انداز میں بولے.

"آپ نے حجر کی پرورش کی ہے آپ کو یہ حق حاصل ہے کہ اس کی زندگی میں شامل ہونے سے پہلے میں آپ سے اجازت لوں. حجر سے کوئی بھی بات کہنے سے پہلے میں آپ سے اجازت لینا چاہتا ہوں." وہ دھیمے لہجے میں بول رہا تھا.

"آپ کی ویلوز دیکھ کر مجھے احساس ہوا ہے کہ آپ کی پرورش اچھے ہاتھوں میں ہوئی ہے. رہی بات حجر کی زندگی میں شامل ہونے کی تو اس بات کا فیصلہ حجر ہی کرے گی. وہ عاقل و بالغ ہے اس لیے اپنی زندگی کا فیصلہ وہ خود کر سکتی ہے. وہ جو فیصلہ کرے گی میں اس کا ساتھ دوں گا." فار نے بے جھجھک فیصلے کا اختیار حجر کو سونپا.

"ٹھیک ہے۔" لمبی سانس بھرتے ہوئے وہ بولا۔ مزید چند کلمات کا تبادلہ کرنے کے بعد اس نے فون بند کیا اور گاڑی کی جانب واپس مڑا۔

اس گفتگو کے دوران الہان پر سے دھیان ہٹانے کے لیے حجر گاڑی کا جائزہ لینے لگی۔

بونڈ پر نگاہ پڑتے ہی اس کے ذہن میں جھماکا ہوا۔ فون پر مصروف الہان کی جانب ایک نگاہ ڈالنے کے بعد وہ احتیاط سے فرنٹ سیٹس کے بیچ موجود جگہ سے آگے کھسک کر سٹیرنگ سے کچھ فاصلے پر بنا ڈرار کھولنے لگی۔ ڈرار کھلتے ہی جو چیز اس کی نظروں کے سامنے آئی تھی اسے دیکھ کر اس کی آنکھوں کی چمک بڑھی۔ وہاں وہی ڈکشنری پڑی تھی جس کے آخری صفحے پر لکھے الفاظ وہ کچھ دن پہلے الہان کے واپس آنے کے باعث پڑھ نہیں پائی تھی۔ جلدی سے اس نے وہ ڈکشنری نکالی اور آخری صفحے پر درج الفاظ پڑھنے لگی

"الہان! آپ کی آنی کبھی بھی آپ سے ناراض نہیں ہو سکتی۔ اگر زندگی کے کسی مقام پر آپ سے کوئی غلطی سرزرد ہو جاتی ہے اور اگر آپ کو اپنی غلطی کا احساس ہے۔ آپ اپنے کیے پر شرمندہ ہیں تو اللہ سے توبہ کرنا۔ اگر سچے دل سے توبہ کی جائے تو اللہ تعالیٰ معاف کر دیتے ہیں۔ جب اللہ سے معافی مانگ لو تو خود کو سزا دینے کی بجائے خود کو معاف کر دینا۔ رہی بات میری تو... آپ میرے لیے اولاد کی طرح ہیں اور ماں باپ

اولاد کی ہر خطا کو معاف کر دیتے ہیں. میں بھی آپ کی ہر خطا کو معاف کر دوں گی." یہ وہ پیغام تھا جو آنیہ نے الہان سے ہونے والی آخری طویل گفتگو کے دوران لکھا تھا. اس دن الہان کے صیاد کو مارنے کا ارادہ ظاہر کرنے کے جواب میں آنیہ نے اسے کہہ تو دیا تھا کہ اگر الہان نے ایسا کچھ کرنے کی کوشش کی تو وہ اسے معاف نہیں کرے گی مگر کچھ لمحوں بعد اسے احساس ہوا تھا کہ اسے یوں نہیں کہنا چاہیے تھا. سخت لہجے میں کہی گئی اپنی بات کا مداوا کرنے کے لیے اس نے الہان کے نام یہ پیغام لکھا تھا. وہ جانتی تھی الہان اس سے بہت محبت کرتا ہے اور اگر زندگی میں کہیں اس سے کوئی ایسی حرکت سرزرد ہو گئی جسے کرنے سے آنیہ نے اسے منع کیا ہو تو آنیہ کا معاف کرنا تو دور کی بات وہ خود کو کبھی معاف نہیں کرے گا. الہان کو اپنی نظروں میں مجرم بننے سے بچانے کے لیے آنیہ نے لکھا تھا کہ وہ کبھی اس سے ناراض نہیں ہو گی. پورا پیغام پڑھنے کے بعد اس نے ڈکشنری بند کی اور اس پیغام کا مطلب سمجھنے لگی.

"آنی" وہ خود کلامی کے انداز میں بولی.

"کیا یہ آنیہ علوی کو آنی کہتے تھے؟" اس نے خود سے سوال کیا.

"اگر آنی کہتے تھے تو پھر آنی کہنا کیوں چھوڑ دیا؟ اب تو مسٹر الہان انھیں پھپھو کہتے ہیں." وہ عادت کے مطابق زیر لب ذہن میں آنے والے سوچ دہرا رہی تھی.

''اور اس پیغام میں آنیہ علوی نے بارہاں معاف کرنے کا ذکر کیوں کیا ہے؟ کوئی تو بات ہے ایسی جواب تک منظر عام سے مخفی ہے۔" وہ اپنی سوچوں میں اتنی گم تھی کہ اسے الہان کے فون بند کر کے واپس گاڑی کی جانب بڑھنے کا احساس ہی نہ ہوا۔ گاڑی کا دروازہ کھولتے ہی الہان نے حجر کا آخری جملہ گوش گزار کیا اور ساتھ ہی اس کی نگاہ حجر کے ہاتھ میں موجود ڈکشنری کی جانب گئی۔

''ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ کوئی چیز منظر عام سے مخفی نہیں ہے۔ فضول میں ذہن پر زور نہ ڈالیں اور کس سے پوچھ کر آپ نے اس کو ہاتھ لگایا ہے؟" اس کے ہاتھ سے کتاب کھینچنے کے انداز میں لیتے ہوئے وہ سختی سے بولا۔

''یہ کتاب میری مما کی ہے اور اپنی ماں کی چیز لینے سے پہلے مجھے آپ کی اجازت درکار نہیں ہے۔" وہ شان بے نیازی سے بولی۔ اس کی بات پر الہان نے اسے گھورا اور پھر منہ پر ہاتھ پھیر کر خود کو کمپوز کرتے ہوئے گاڑی سٹارٹ کرنے لگا۔ باقی کا راستہ خاموشی سے گزرا تھا۔

.....

شام کے سائے کی زد میں گوادر میں مغلیہ طرز تعمیر پر بنی حویلی میں غیر معمولی ہل چل تھی۔ ہوا کے دوش پر سوار ہو کر کر حویلی کی پہلی منزل پر جدید زمانے کی چیزوں سے

آراستہ کمرے میں جھانکیں تو وہاں ملازموں کی فوج مودب انداز میں سر جھکائے کھڑی تھی. قطار میں کھڑے ان ملازموں کا رخ بیڈ کی جانب تھا جہاں دراز فالج زدہ نحیف بوڑھے وجود کے ساتھ تندو توش قد و قامت کا حامل سردار بہرام خان براجمان تھا. دکھنے میں وہ سخت گیر لگتا تھا مگر حقیقت میں وہ نرخو شخص تھا. بے تاثر سا چہرہ لیے بہرام اس نحیف وجود کے ہاتھ سے ملازموں کو تحفے دینے میں مصروف تھا. ملازم تحفے لے کر کمرے سے باہر نکلتے جا رہے تھے. وہ فالج زدہ وجود ارد گرد سے بیگانہ ہمشیہ کی طرح موتیے کے باعث کلاؤڈی ہوئی آنکھیں ایک نقطے پر جمائے بے حس و حرکت دراز تھا. تحفے لے کر آہستہ آہستہ سارے ملازم کمرے سے نکلتے گئے. اب وہاں بس حویلی کا خاص ملازم بخش مودب انداز میں کھڑا تھا.

"چھوٹے سائیں!" بہرام کو کسی سوچ میں ڈوبے دیکھ کر بخش نے اسے مخاطب کیا.

"ہمم" بہرام چونک کر بولا.

"کیا بات ہے؟ آپ پریشان دکھائی دے رہے ہیں." بخش جھجھک کر بولا کہ کہیں سائیں اس کی مداخلت پر ناراض ہی نہ ہو جائیں.

"بابا سائیں کے باعث پریشان ہوں. کیا ایسا کوئی راستہ نہیں ہے جس سے بابا سائیں کے برے اعمال کا کفارا ادا ہو جائے اور ان پر سے یہ بیماری ٹل جائے." وہ اب بیڈ سے اٹھ کر کھڑکی کا پردہ سرکا کر باہر دیکھنے میں مصروف تھا.

"جب کسی مظلوم کی آہ نکلتی ہے تو وہ آسمان تک جاتی اور اس مظلوم کی آہ کے جواب میں اللہ ظالم کی دراز ہوئی رسی کو کھینچ لیتا ہے. وہ لوگ نہیں جانتے کہ ان کے ساتھ برا کرنے والوں میں بڑے سائیں بھی شامل تھے مگر اللہ تو سب جانتا ہے نا اور یہ کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ مظلوم کی بدعا سے ظالم بچ نکلے. سائیں بھی بددعا کی زد میں ہیں. ان پر سے بدعا کا اثر اسی وقت ہی ٹل سکتا ہے جب وہ لوگ انہیں معاف کر دیں جن کے ساتھ ان کے باعث ظلم ہوا ہے." علی بخش سمجھداری سے بولا.

"بابا سائیں کا قصور اتنا نہیں تھا جتنا عہزب کا تھا." بہرام نے اپنے باپ جو ڈیفینڈ کیا.

"بڑے سائیں کے باعث ہی عہزب کمال ان تک پہنچا تھا." بخش نے اسے احساس دلایا. بخش کی بات سنتے بہرام کی نظر کھڑکی سے بیرونی دروازے کے اس پار نظر آتی سڑک پر حویلی کے آگے رکتی مرسیڈیز بینز پر پڑی.

"بخش جاؤ دیکھو اس وقت کون آیا ہے؟" گاڑی پر نگاہ جمائے بہرام نے بخش کو حکم دیا. اس کے حکم پر سر ہلاتے بخش سبق رفتاری سے کمرے سے باہر نکلا.

"میرے خیال میں یہی اللہ یار انکل کی حویلی ہے۔" گاڑی مغلیہ فل تعمیر پر بنی وسیع و عریض حویلی کے آگے روکتے ہوئے الہان بولا۔ اس کی بات سن کر حجر گاڑی کا دروازہ وا کرتے ہوئے باہر نکلی اور وسیع و عریض رقبے پر پھیلی حویلی کا جائزہ لینے لگی۔ تفصیلی جائزہ لینے کے بعد وہ حویلی کے بیرونی دروازے کی جانب بڑھی۔

"کیا یہ سردار اللہ یار خان کا گھر ہے؟" دروازے پر کھڑے چوکیدار کو مخاطب کرتے ہوئے حجر بولی۔ شستہ انگریزی لب و لہجے میں کہی گئی اس کی بات چوکیدار کی سمجھ سے باہر تھی۔ چوکیدار کے چہرے پر پھیلا ناسمجھی کا تاثر دیکھ کر حجر نے کچھ فاصلے پر کھڑے الہان کی جانب مدد طلب نگاہوں سے دیکھا۔ الہان اس کی نظروں کا مطلب سمجھنے کے باوجود خود کو انجان ظاہر کرنے لگا۔ اس کا لاتعلق انداز دیکھ کر حجر جھنجھلا کر گویا ہوئی

"مسٹر سی ای او! کیا آپ میری بات ٹرانسلیٹ کر کے ان تک پہنچا دینگے؟"

"کون؟ میں؟" چہرے پر مصنوعی حیرت کا تاثر لاتے ہوئے وہ اپنی جانب شہادت کی انگلی سے اشارہ کر کے بولا۔

"کیا آپ کے علاوہ یہاں کوئی اور موجود ہے جو میری مدد کر سکے" وہ جل کر بولی۔

"مگر آپ نے تو کچھ دن پہلے کہا تھا کہ آپ کو ٹرانسلیٹر کی ضرورت نہیں۔ اب میں بس ایک ہی شرط پر آپ کی بات ٹرانسلیٹ کروں گا۔" اس نے اسے زچ کرنا چاہا۔

"کیسی شرط؟" وہ جان چھڑانے والے انداز میں بولی.

"یہی کہ آپ اوفیشلی طور پر مجھے ٹرانسلیٹر اپوئنٹ کر لیں."

"ٹھیک ہے..... کیا اب آپ سنجیدگی سے اللہ یار تک پہنچنے میں میری مدد کریں گے؟" وہ سنجیدگی سے بولی.

"ضرور" اسے جواب دینے کے بعد الہان چوکیدار کی جانب متوجہ ہوا.

"کیا یہ سردار اللہ یار خان کا گھر ہے؟" وہ اردو میں بولا. بلوچی زبان بولنے والا چوکیدار بمشکل اس کی بات سمجھ پایا تھا.

"جی صاحب" ابھی اس نے بات کہی ہی تھی جب بہرام کے حکم پر بخش ان کی جانب آیا.

"کون ہے آپ؟" بخش نے اسے اللہ یار کے متعلق استفسار کرتے دیکھا تھا تبھی اس نے ان کا تعارف پوچھا.

"الہان علوی.... مرتضی علوی کا بیٹا" بڑی بڑی مونچھوں والے بخش کو دیکھ کر الہان مرتضی علوی پر زور دیتے ہوئے بولا. مرتضی علوی کا نام سن کر بخش کی آنکھوں میں شناسائی کے رنگ ابھرے.

"انہیں مہمان خانے میں لے کر جاؤ... میں چھوٹے سائیں کو بلاتا ہوں." قریب کھڑے ملازم کو حکم دے کر وہ تیز قدم اٹھاتے ہوئے دوسری منزل پر بنے فالج زدہ اللہ یار کے کمرے تک گیا جبکہ الہان اور حجر ملازم کی تقلید میں قدم بڑھانے لگے. رات کے اندھیرے میں مصنوعی قمقموں سے روشن حویلی جو حجر مسحور کن نگاہوں سے دیکھ رہی تھی. باغ سے گزر کر وہ اندرونی حصے کی جانب بڑھے جہاں گول دائرے کی شکل میں بنے صحن کے گرد کمرے بنائے گئے تھے. ملازم انہیں دائیں طرف بنے مہمان خانے میں لے آیا. اس مہمان خانے میں قدم رکھتے ہی حجر کے ذہن میں الہان کی صیاد, آنیہ اور ہارون کو گھورنے والی بات گردش کرنے لگی.

"یہ مہمان خانہ کتنے سال پہلے تعمیر کیا گیا تھا؟ میرا مطلب ہے کہ کتنے عرصے سے اس کمرے کو مہمان خانے کے طور پر استعمال کیا جا رہا ہے؟" وہ پرسوچ انداز میں بولی.

الہان نے اس کی بات ملازم تک پہنچائی.

"زیادہ تو مجھے نہیں معلوم مگر اتنا پتا ہے کہ یہ حویلی آخری مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر کے دور حکومت میں تعمیر کی گئی تھی اور جب سے اسے تعمیر کی گیا ہے یہی کمرہ مہمان خانے کے طور پر زیر استعمال ہے" ملازم نے انہیں تفصیل بتائی. حجر کے سوال کا مقصد بس یہی جاننا تھا کہ آنیہ اور ہارون چھبیس سال پہلے جب یہاں آئے تھے تو کیا تب وہ اسی

کمرے میں بیٹھے تھے یا نہیں. ملازم کے جواب سے اسے اپنے مطلب کی بات پتا چل گئی تھی تبھی مزید سوال کیے بغیر کمرے میں بنی واحد کھڑکی جانب بڑھی. اس کھڑکی سے اندھیرے میں ڈوبا حویلی کے پچھلے باغ کا گوشہ نظر آرہا تھا. چھبیس سال پہلے والی صورتحال تصور کرتے ہوئے اس نے لمحوں میں دہائیوں کا سفر طے کیا. اب وہ خود کو چھبیس سال پہلے والے اس منظر کا حصہ محسوس کر رہی تھی جہاں وہ سب بے ترتیبی سے کھڑے ہنستے مسکراتے ہوش گپیوں میں مصروف تھے. اس منظر سے مطمئن ہو کر وہ مناسب قدم اٹھاتے ہوئے کھڑکی کی جانب بڑھی جہاں سے اسے چار سالہ الہان چھ سالہ بہرام کے ساتھ کھیلتے ہوئے دکھائی دے رہا تھا. وہ خاموشی سے ان دونوں کو دیکھنے میں مصروف تھی جب اسے الہان کے رویے میں تبدیلی محسوس ہوئی. اچانک سے کھیل چھوڑ کر الہان باغ کے نسبتا ویران گوشے میں دیکھنے لگا. ایک نظر وہاں دیکھ کر اس نے گردن موڑی اور سہمی نگاہوں سے کھڑکی سے نظر آتے آنیہ اور ہارون کے عکس کی جانب دیکھا. الہان کا سہما انداز دیکھ کر اس نے اس کی نگاہوں کے تعاقب میں اندھیرے گوشے کی طرف دیکھا. درخت کے سائے میں کالے رنگ کے کپڑوں میں ملبوس شخص پر نگاہ پڑتے ہی اس کی آنکھیں پھیلیں. وہ شخص درخت کے سائے میں کھڑا تھا تبھی حجر دور سے اس کی شکل دیکھ نہیں پا رہی تھی. کھڑکی کراس کر کے وہ اس

کی جانب بڑھنے لگی. ابھی اس نے چند قدم کا فاصلہ ہی طے کیا تھا جب کھنکھار کی آواز پر اس کی سوچوں کو بریک لگا. لمحے کے ہزارویں حصے میں وہ حال میں واپس آئی اور کمرے میں داخل ہونے والے مضبوط ڈیل ڈول کے شخص کی جانب متوجہ ہوئی. سفید شلوار قمیض, سر پر بلوچی پگڑی اور کندھے پر اجرک اوڑھے سردار بہرام خان نے مہمان خانے میں قدم رکھا. اپنی نشست سے کھڑے ہو کر الہان نے اس سے ہاتھ ملایا اور ساتھ ہی اپنا تعارف کروایا.

"الہان مرتضی"

"بہرام خان... اللہ یار کا بیٹا" اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے بہرام بولا. اللہ یار کے نام پر حجر کی دلچسپی بڑھی.

"اللہ یار.... میرا مطلب ہے کہ اللہ یار انکل کہاں ہیں؟" حجر نے بغیر کسی کو مخاطب کیے سوال کیا.

"یہ..." الہان اس کا تعارف کروانے ہی لگا تھا جب بہرام بول اٹھا

"وہ اپنے کمرے میں ہیں بھرجائی." حجر کو بھرجائی کہہ کر مخاطب کرنے کا مطلب ایک لمحے کے لیے الہان سمجھ نہ پایا اور پھر جب غور کرنے پر سمجھ آئی تو غیر ارادی طور پر اس کی نگاہ حجر تک گئی جو نارمل انداز میں بہرام کی بات پر سر ہلا رہی تھی. اس کا انداز

دیکھ کر الہان سمجھ گیا تھا کہ اسے بھر جائی لفظ کے مطلب کی سمجھ نہیں آئی. ایک لمحے کے لیے اس نے سوچا کہ بہرام کی غلط فہمی دور کرے یا نہ کرے پھر مزید مشکلات سے بچنے کے لیے اس کی غلط فہمی دور کرنے کا فیصلہ کیا.

"بہرام... یہ حجر ہارون ہیں. ہارون چچا کی بیٹی اور میری فرسٹ کزن" وہ کزن پر زور دیتے ہوئے بولا.

"ہارون انکل اور آنیہ آنٹی کی بیٹی؟ وہ تو اغواہ..." تعجب سے کہتے بہرام کی بات ابھی منہ میں ہی تھی جب الہان بول پڑا

"واپس مل گئی ہیں."

"یہ تو بہت اچھی بات ہے. ویسے کہاں تھیں یہ اتنے سال؟" بہرام دلچسپی سے بولا. ان دونوں کا یوں بے تکلفی سے بات کرنا حجر کو ایک آنکھ نہیں بھا رہا تھا. اس کو بس اللہ یار سے ملنے کی جلدی تھی دوسری کسی چیز میں اسے دلچسپی نہیں تھی.

"لمبی کہانی ہے. خیر آپ یہ بتائیں کہ اللہ یار انکل کیسے ہیں؟ بابا سے ان کی پیرالائز ہونے کا معلوم ہوا تھا مجھے." الہان موضوع کی طرف آیا.

"بہتر ہونے کی بجائے ان کی طبیعت بگڑتی جا رہی ہے." اس کے لہجے میں اپنے باپ کے لیے پریشانی تھی.

"کیا ہم ان سے مل سکتے ہیں؟ دراصل مجھے ان سے چند سوالات کے جواب چاہیں."
حجر جلدی سے بولی.

"آپ مل لیں ان سے مگر وہ آپ کے سوالوں کے جواب نہیں دے پائیں گے کیونکہ وہ بول نہیں سکتے." بہرام نے انہیں مطلع کیا.

"بول نہیں سکتے مگر آنکھ یا ہاتھ کے اشارے سے ہاں یا نا میں جواب تو دے سکتے ہیں نہ؟' وہ دوبدو بولی.

"میری تو کسی بات کا جواب نہیں دیتے. آپ کوشش کر کے دیکھ لیں." اتنا کہہ کر بہرام انہیں اللہ یار کے کمرے کا راستہ دکھانے لگا. اندرونی دروازے کے سامنے بنی سیڑھیاں چڑھ کر وہ دوسری منزل پر گئے. دائیں جانب بنا تیسرا کمرا اللہ یار کا تھا.

کمرے میں قدم رکھتے ہی ان دونوں کی نگاہ بستر پر لیٹے نحیف وجود کے حامل اللہ یار پر پڑی. ان دونوں نے تصویروں میں اسے دیکھ رکھا مگر اس کے باوجود وہ اسے پہچان نہیں پا رہے تھے. وہ شخص جو کبھی ناک پر مکھی نہیں بیٹھنے دیتا تھا آج دوسروں کے رحم و کرم پر تھا. سہی کہا ہے کسی نے کہ اپنی شخصیت اور طاقت پر مان نہیں کرنا چاہیے ایک وقت آئے گا جب یہ سب چیزیں زوال کا شکار ہو جائیں گی. اللہ یار کی شخصیت کا زوال حجر اور الہان نے واضح محسوس کیا تھا.

"دیکھیں باباسائیں...آپ سے ملنے الہان آیا ہے.الہان یاد ہے نا آپ کو؟مرتضی انکل کا بیٹا" بہرام مسکراتے لہجے میں انہیں متوجہ کرنے لگا.

"اسلام وعلیکم!کیسے ہیں آپ اللہ یار انکل؟" الہان ان کے بستر کے قریب بیٹھتے ہوئے بولا جبکہ حجر نے ان کے قریب جانے کی کوشش نہیں کی تھی.وہ ان سے ایک فاصلے پر کھڑی خاموشی سے ان کی نظروں کی حرکت کا جائزہ لے رہی تھی.الہان نے ان سے چند سوالات کیے جن کے جواب میں ان کی جانب سے کوئی بھی رسپونس ظاہر نہیں ہوا.

"ان کے حالت کے بارے میں ڈاکٹر کا کیا کہنا ہے؟" حجر نے بہرام سے سوال کیا.

"ڈاکٹرز سے سارا جدید علاج ان پر آزما کر دیکھ لیا ہے مگر کوئی بہتری نہیں آئی." بہرام بے چارگی سے بولا.

"فزیوتھراپی سے بھی فرق نہیں پڑا؟" الہان نے تعجب سے سوال کیا جس کے جواب میں بہرام نے گردن نہ میں ہلائی.

"کیا ان کا برین ٹھیک سے کام کر رہا ہے؟کیا یہ ہماری باتیں سن اور سمجھ سکتے ہیں؟" حجر بستر پر دراز اللہ یار کو دیکھتے ہوئے بولی.

"ہمم... میرا ماننا ہے کہ یہ سب باتیں سنتے ہیں اور سمجھتے بھی ہیں مگر باڈی کے مسلز کی کمزوری کے باعث کوئی ریاکشن نہیں دے پاتے۔" بہرام نے اپنا تجزیہ بیان کیا۔

"ٹھیک ہے۔ میں ان سے کچھ دیر بات کروں گی۔ ہو سکتا ہے کہ میری باتیں آپ کو بری لگیں اس لیے آپ باہر جانا چاہتے ہیں تو جا سکتے ہیں۔" وہ بڑی صاف گوئی سے بہرام کی جانب دیکھتے ہوئے بولی۔

"آپ بے جھجھک ہو کر کہیں جو کہنا ہے۔" بہرام نے اسے اجازت دی۔

"جی تو سردار اللہ یار خان میں بس آپ سے ایک سوال کروں گی۔ مجھے تو اس کا جواب معلوم ہے مگر دنیا کی نظر میں آپ کو قصوروار ثابت کرنے کے لیے آپ کا قبول جرم بہت ضروری ہے۔ خود کو زیادہ تکلیف دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ پلک جھپک کر بھی قبول جرم کر سکتے ہیں۔" سیلنگ پر ٹکی اللہ یار کی نگاہوں میں جھانکتے ہوئے اس نے انہیں جواب دینے کی آسان راہ دکھائی۔

"چھبیس سال پہلے آپ نے میرے ماں باپ کو کس مقصد کے تحت یہاں بلایا تھا؟" اس نے سخت لہجے میں استفسار کیا۔

"ان کو یہاں بلوا کر آپ نے اس مجرم صیاد کو یہاں بلایا تاکہ وہ انہیں اچھے سے دیکھ لے اور واپسی پر وہ آرام سے انہیں پہچان کر ان پر حملہ کر سکے۔ کیوں کیا آپ نے ایسا؟ کیا

بگاڑا تھا میرے ماں باپ نے آپ کا؟" وہ دھیمے مگر تیز لہجے میں ضبط سے سوال کر رہی تھی. اس کے سوالوں پر اللہ یار کی آنکھ کا گوشہ نم ہوا.

"مجھے معلوم ہے کہ آپ اتنے سوالوں کے جواب دینے کے قابل نہیں ہیں. ان سب سوالوں کے جوابات میں آپ کے بیٹے سے لے لوں گی. آپ بس اس بات کی تصدیق کر دیں کہ آپ اس سب میں شامل تھے..... بتائیں کہ چھبیس سال پہلے ہائی وے پر ہماری گاڑی پر فائیرنگ کروانے اور اس کے بعد ہم سب کے اغواہ ہونے میں آپ کا ہاتھ تھا؟" اس نے چھبیس سال سے آزاد مجرم کو آج کٹھرے میں لا کھڑا کیا تھا. بخش, الہان اور بہرام کی نگاہ اللہ یار پر ٹکی تھی جس کی پلکیں اب آہستہ آہستہ حرکت کر رہیں تھیں. اللہ یار کے پلک جھپکنے پر جہاں بہرام کا سر ندامت سے جھکا وہاں الہان کچھ کہنے کے قابل نہ رہا. اس نے جج کے سامنے دعویٰ کیا تھا کہ اللہ یار ایسا نہیں کر سکتا مگر آج وہ اپنے دعوے میں سچا ثابت نہ ہو سکا.

"باقی کی داستان سنانا پسند کریں گے آپ مسٹر بہرام خان؟" اب کی بار توپ کا رخ بہرام کی جانب تھا.

"بابا نے ہارون انکل اور مرتضی انکل کے ساتھ مل کر گارمینٹس کی فیکٹری لگائی تھی بلکہ یہ کہنا بہتر ہو گا کہ ہارون انکل اور مرتضی انکل کی فیکٹری میں زبردستی حصہ ڈالا

تھا. فیکٹری کی زمین بابا سائیں کی تھی جو ہارون انکل کے اصرار پر بھی انہوں نے انہیں فروحت نہ کی. طویل بحث کے بعد طے یہ پایا تھا کہ زمین چونکہ بابا سائیں کی ہے اس لیے تھرٹی پرسنٹ پروفٹ کے حقدار بابا سائیں ہونگے. مشینری, کنٹیکٹس, دھاگا اور ورکر چونکہ ہارون انکل اور مرتضی انکل کے تھے اس لیے سیونٹی پرسنٹ پروفٹ ان کی ہوگی. دونوں پارٹیز اس فیصلے پر متفق ہوئی تھیں. پہلے چند مہینوں میں تو بابا سائیں فیصلے سے خوش رہے پھر انہیں احساس ہونے لگا کہ ان کی زمین پر فیکٹری لگا کر دوسرے لوگ کیوں منافہ کمائیں. ساری پرافٹ انہیں ملنی چاہیے. "ندامت سے سر جھکائے بہرام نے بستر پر لیٹے نحیف وجود کے حامل اللہ یار کے گناہوں کا پردہ اٹھانا شروع کیا.

"اسی سوچ کے ذہن میں آتے ہی ان کے دل میں لالچ آیا اور چونکہ ہارون انکل اسلام آباد ہوتے تھے اس لیے بابا سائیں فیکٹری کی پروفٹ میں سے تھرٹی پرسنٹ حصے کے علاوہ, ہارون چچا کی غیر موجودگی میں اور رقم بھی لے لیتے. یہ سلسلہ چند مہینے یونہی چلتا رہا. بابا سائیں کی بے ایمانی کے باعث ہارون انکل تک پہنچنے والی منافع رفتہ رفتہ کم ہو جاتی رہی تھی. گرتی ہوئی پرافٹ دیکھ کر انکل نے خود فیکٹری چکر لگانے کا فیصلہ کیا. ایک دو ہفتے کے گیپ سے انکل پھر فیکٹری آکر اپنی نگرانی میں حساب کتاب

کرتے. یوں بابا سائیں کے بے ایمانی کرنے کے مواقع کم ہو گئے تھے جس کا انہیں شدید ملال تھا. ہارون چچا کا یہاں آنا انہیں کھٹکنے لگا تھا. وہ انہیں کسی بھی طرح گوادر آنے سے روکنا چاہتے تھے. اسی دوران بابا سائیں تک آنیہ آنٹی کے گوادر آنے کے خوف کی اڑتی اڑتی خبر پہنچی. ساتھ ہی انہیں ساحل پر کھڑے شخص کا قصہ بھی معلوم ہو گیا تھا. جیسا نقشہ آنیہ آنٹی نے ساحل پر کھڑے شخص کا پیش کیا تھا ویسا گوادر میں صرف ایک ہی آدمی تھا..... عمزب کمال.. عرف صیاد.... عمزب کا اپنا بحری جہاز تھا اور وہ اکثر و بیشتر عجیب و غریب حرکتیں کرتا پایا جاتا تھا. یہاں کے چند لوگ اور بچے تو اس کے بے تاثر چہرے کے باعث اس سے خوفزدہ رہتے تھے. آنیہ آنٹی کے عمزب سے خوف کا سن کر بابا سائیں نے ایک جال بُنا. انہوں نے سوچا کہ آنیہ آنٹی کو یہاں بلا کر عمزب سے مزید خوفزدہ کیا جائے تاکہ مستقبل میں نہ وہ دوبارہ یہاں آئیں اور نہ ہی ہارون انکل کو یہاں آنے دیں. اپنے مقصد کو حاصل کرنے کے لیے بابا سائیں نے علوی ہاؤس کے سبھی مکینوں کو حویلی بلایا اور ساتھ ہی عمزب سے رابطہ کر کے اسے آنیہ آنٹی کو خوف زدہ کرنے کو کہا. چند روپیوں کے عوض عمزب یہ کرنے پر راضی ہو گیا تھا. آنیہ آنٹی جو کس طرح خوف زدہ کرنا تھا یہ سوچنا اس کی ذمہ داری تھی. عمزب نے بس یہی تقاضا کیا تھا کہ وہ ایک دفعہ اس فیملی کو دیکھنا چاہتا ہے تاکہ وہ ان کی پہچان

کرلے اور اسے اپنے پلین پر عمل درآمد کرتے ہوئے کوئی مشکل نہ ہو. بابا نے ہامی بھر لی اور آپ سب کے حویلی پہنچتے ہی بابا سائیں نے عہزب کو مطلع کر دیا. وہ خاموشی سے آکر بیک یارڈ میں چھپ گیا تھا. کھلی کھڑکی سے اس نے آنیہ آنٹی اور ہارون انکل کو دیکھا اور واپس چلا گیا. ہم میں سے کسی کو یہاں تک کہ بابا سائیں کو بھی اس کا پلین معلوم نہیں تھا. آپ سب کی گوادر سے روانگی کے بعد بابا سائیں اس انتظار میں تھے کہ کب عہزب فون کر کے انہیں بتائے کہ کام ہو گیا ہے. بابا سائیں کے انتظار کی گھڑیاں ختم نہ ہوئیں کیونکہ عہزب نے دوبارہ انہیں فون کیا ہی نہیں. اگلا فون انہیں سحر کے وقت مرتضی انکل کا موصول ہوا تھا جنہوں نے آپ کی گمشدگی کے بارے میں بتایا. دن طلوع ہوتے ہی بابا سائیں آپ کی تلاش میں نکلے اور ہائی وے پر ملنے والی ٹوٹی پھوٹی خالی گاڑی دیکھ بابا کو بھی اتنا شاک لگا تھا جتنا مرتضی انکل کو....." وہ ایک لمحے کے لیے رکا.

" بابا سائیں نے کسی کی جان لینے کی یا اغواہ کرنے کی پلینگ نہیں کی تھی. ان کا مقصد صرف ہارون چچا کو یہاں آنے سے روکنا تھا. قصور بابا کا بس یہی تھا کہا انہوں نے غلط کام کے لیے غلط شخص کا انتخاب کیا." چاہے جیسا بھی تھا مگر تھا تو اللہ یار اس کا باپ ہی نہ تبھی آخری جملے میں ان کی طرف داری کیے بغیر نہ رہ سکا.

"ان کا قصور تھا یا نہیں اس کا فیصلہ کورٹ میں ہو گا. سب کچھ جانتے ہوئے بھی اتنے سال خاموش رہ کر آپ بھی سزا کے اتنے ہی حقدار ہیں جتنے آپ کے والد... خیر سردار اللہ یار خان نے تو اللہ کی طرف سے اپنے گناہوں کی سزا پالی ہے مگر آپ کو سزا میں دلوا کے رہوں گی. "بلند لہجے میں اپنے بات کہہ کر وہ کمرے سے باہر نکل گئی.

الہان نے بھی اس کی تقلید کی کیونکہ یہاں رکنا بے فائدہ تھا.

"حجر! رکیں "وہ تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے باغ کراس کر رہی تھی جب اس کی تعاقب میں چلتے الہان نے اسے روکا.

"ڈونٹ کال می حجر "وہ غصے سے بولی.

"اوکے... کام ڈاؤن "دونوں ہاتھ فضا میں بلند کرتے ہوئے وہ سیرنڈر کرنے والے انداز میں بولا.

"کیوں روکا ہے مجھے؟ "اب کی بار اس کا لہجے دھیمہ تھا.

"کیا آپ نے بہرام سے عمزب کمال کے بارے میں مزید معلومات نہیں لینی "الہان نے اس کی توجہ عمزب کمال عرف صیاد کی جانب مبذول کروائی.

"اپنے ماں باپ کے مجرم سے مجھے کسی بھی قسم کی مدد نہیں لینی. "وہ پختہ لہجے میں بولی.

"بہرام کا اس سب میں کوئی قصور نہیں تھا. باپ کے کیے کی سزا ہم بیٹے کو نہیں دے سکتے. رہی بات اللہ یار انکل کی تو ان کی حالت آپ دیکھ ہی چکی ہیں. میرا خیال ہے کہ ہمیں ان کے خلاف کیس دائر نہیں کروانا چاہیے." الہان نے اپنی رائے کا اظہار کیا.

"میں کسی صورت انہیں معاف نہیں کروں گی. اپنے باپ کے گناہوں پر پردہ ڈالنے کی سزا سردار بہرام خان کو ضرور ملے گی." وہ عزم سے بولی.

"یہ بحث راستے میں بھی ہو سکتی ہیں اسی لیے چلیں یہاں سے" الہان نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا ہی تھا جب وہ ایک بار پھر سے بول پڑی. وہ دونوں باغ کے بیچ و بیچ کھڑے تھے اور وہاں کھڑے ہو کر بحث کرنا حجر کو عجیب لگ رہا تھا تبھی وہ بولی تھی. اس کی بات پر الہان کندھے اچکاتے ہوئے گاڑی کی جانب بڑھنے لگا.

"جی تو میڈم حکم کریں... کہاں جانا ہے اب؟" گاڑی میں بیٹھتے ہی ماحول کی کثافت کو کم کرنے لیے الہان مخصوص شوفر کا انداز اپناتے ہوئے بولا.

"فلحال کوئی ہوٹل ڈھونڈیں جہاں رات باآسانی گزاری جا سکے. کل صبح اللہ یار کے خلاف کیس فائل کرنے بعد مقامی لوگوں سے عمرزب کے بارے میں تفتیش کریں گے." وہ تو جیسے سب کچھ طے کیے بیٹھی تھی.

"ویسے جب سے آپ پاکستان آئیں ہیں میں شوفر بن کر رہ گیا ہوں. سارا دن آپ کو یہاں سے وہاں لے کر جانے میں ہی گزر جاتا ہے." وہ دکھی آہ بھرتے ہوئے بولا.

"آپ اپنی مرضی سے بنے ہیں شوفر... میں نے مجبور تو نہیں کیا" وہ لاپرواہی سے بولی.

"کہہ سکتی ہیں آپ" اس کی جانب ایک نگاہ ڈالتے ہوئے وہ بولا. اس کی بات کا جواب دیے بغیر حجراب کھڑکی سے نظر آتے دوڑتے مناظر دیکھنے میں مصروف تھی.

.....

رات کے پہلے پہر میں آسمان پر ستارے پوری آب وتاب سے روشن سے تھے. ان ستاروں کی سنہری وسفید روشنی میں وہ خوبصورت نقوش والی لڑکی ٹانگیں لٹکائے وارف (ساحل پر بنائے جانے والا پل جس کی مدد سے لنگرانداز جہاز پر سامان لادا جاتا ہے یا سامان اتارا جاتا ہے) پر بیٹھی تھی. خنک آب وہوا سے خود کو محفوظ رکھنے کے لیے اس نے سر پر بی نی ہیٹ اور سیاہی مائل کارڈگن پہن رکھا تھا. کندھوں تک آتے سیاہ بال بے پرواہی سے ہوا کے ساتھ حرکت کر رہے تھے. وارف کی ہموار سطح پر پانی کی جانب پاؤں لٹکائے ہاتھ میں پکڑے کاغذ سے کچھ پڑھتی حجر سیاہ لباس کے باعث رات کا حصہ معلوم ہوتی تھی. کچھ دیر پہلے وہ ہوٹل پہنچے تھے. ہوٹل سمندر کے قریب

تھا تبھی اس نے اسی ہوٹل میں سٹے کرنے پر اصرار کیا تھا. ہوٹل لگیری نہ ہونے کے باوجود الہان اس کے اصرار پر یہاں رکنے پر راضی ہو گیا تھا. کھانا اکٹھے کھا کر وہ دونوں اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے تھے. فریش ہونے کے بعد حجر نے سمندر کا رخ کیا. اب وہ بے خوف انداز میں وارف پر بیٹھی تھی. یہ وارف اب سامان لادنے کے لیے استعمال نہیں کیا جاتا تھا تبھی ارد گرد کوئی ذی روح موجود نہیں تھی. اس تنہائی کو غنیمت جان کر حجر مونسٹر کا بھیجا گیا پیغام پڑھنے لگی جو صبح گاڑی میں اس نے ڈیکوڈ کر لیا تھا مگر توجہ سے پڑھا نہیں تھا. فراغت کی یہ چند گھڑیاں اس پیغام کو پڑھنے کے لیے اسے مناسب لگیں تھیں تبھی بلند الفاظ میں صفحے پر لکھے الفاظ پڑھنے لگی

“I didn’t want to give you any clue about my Identity but when you asked about I couldn’t refuse.Let me tell you one thing very clearly this messsage isn’t for you, this message is for my SnowQueen.

(میں اپنی پہچان کے متعلق تمہے کوئی کلو نہیں دینا چاہتا تھا مگر جب تم نے اس کے متعلق استفسار کیا تو میں منع نہ کر پایا. ایک بات ابھی واضح کر دوں کہ یہ پیغام تمہارے لیے نہیں, میری سنو کوین کے لیے ہے.)

"سنو کوین؟ یہ سنو کوین کون ہے؟ اگر یہ پیغام سنو کوین کے لیے ہے تو پھر مجھے کیوں بھیجا ہے؟" وہ خود سے سوال کر رہی تھی.

While reading this text you might think that if this message isn't for you then why am i sending it to you? (Even though I amn't near you but i can hear yout thoughts).

(یہ میسج پڑتے ہوئے تم غالباً یہ سوچو گی کہ اگر یہ پیغام تمہارے لیے نہیں ہے تو پھر میں تمہے کیوں بھیج رہا ہوں. *میں تمہارے پاس نہیں ہوں مگر اس کے باوجود مجھے تمہاری سوچ تک رسائی حاصل ہے.)

سطر میں لکھے حروف پڑھ کر حجر لکھنے والے کے دعوے سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی.

Listen I'm sending it to you because i think you're my Snowqueen.

(سنو! میں یہ پیغام تمہے اس لیے بھیج رہا ہوں کیونکہ مجھے لگتا ہے تم ہی میری سنو کوین ہو.)

"میں؟ سنو کوین ہوں؟ بھلا ایسے کیسے ہو سکتا ہے؟ جس شخص کو میں نے کبھی دیکھا نہیں وہ مجھے اپنی سنو کوین بنائے بیٹھا ہے...واہ..." وہ غیر سنجیدگی سے بولی.

When i caught first glimpse of you, when my eyes met yours, when I heard your voice my heart felt your presence. My heart told me that your my Snowqueen. I'm following my heart's voice for the very first time in my life and I believe that my heart will never mislead me in matters regarding to you.

(جب میں نے تمہاری پہلی جھلک دیکھی, جب ہماری نظریں ملیں, جب میں تمہاری آواز سنی, میرے دل نے تمہاری موجودگی محسوس کی. میرے دل نے گواہی دی کہ تم ہی میری سنو کوین ہو. میں زندگی میں پہلی بار اپنے دل کی سن رہا ہو. اور مجھے یقین ہے کہ تم سے جُڑے معاملات میں میرا دل مجھے کبھی گمراہ نہیں کرے گا.)

"مونسٹر مجھ سے مل چکا ہے. مگر کہاں؟ مجھے یاد کیوں نہیں وہ؟" اس نے خود سے پوچھا. پھر کوئی جواب نہ ملنے پر جھنجھلا کر اگلی سطریں پڑھنے لگی.

Coming back to the main topic that how would you recognize me. It's very easy you just have to look around yourself. In thousand of people around you the person standing right next to you will be me. I will be always there for you.I'll stay by your side.You just have to notice my presence. I hope that my Snowqueen will find her monster very soon. (In sha allah)

(مدعے پر واپس آتے ہیں کہ تم مجھے کیسے پہچانو گی؟ بہت آسان ہے. تمہے اپنے ارد گرد دیکھنا ہے, وہاں موجود ہزاروں افراد میں جو شخص تمہارا ساتھ کھڑا ہو گا وہ میں ہوں. میں تمہارے ہر منظر کا حصہ ہوں. میں تمہارے قریب ہوں گا. تمہے بس میری

موجودگی محسوس کرنی ہے. مجھے امید ہے کہ میری سنو کوین بہت جلد اپنے مونسٹر کو پہچان لے گی...انشاءاللہ)

"کون ہو سکتا ہے مونسٹر؟" وہ پر سوچ انداز میں بولی.

"میرے ہائی سکول کے دوست؟ میرے کولیگ؟..... مگر یہ سب تو ہر وقت میرے ساتھ نہیں ہوتے. بلکہ پچھلے ایک مہینے سے میں ان میں سے کسی سے بھی نہیں ملی. پھر کون ہو سکتا ہے؟ ان دنوں تو میرے گرد بیورو کی ٹیم اور...اور" آگے جو نام اس کی زبان اور جو چہرہ اس کے ذہن میں آیا تھا اسے وہ نظر انداز کر دینا چاہتی تھی مگر چاہ کر بھی وہ ایسا کر نہیں پا رہی تھی.

"کیا ان جیسے خشک مزاج شخص کی بھی کوئی سنو کوین ہو سکتی ہے؟..." اس نے سوال کیا تو دل کے کسی ایک کونے نے اس کی بات کی تردید کی. دل کے اس حصے کی آواز کو لاکھ کوشش کرنے کے باوجود جب وہ دبا نہ سکی تو ہار ماننے والے انداز میں بولی.

"مانا کہ اب ان کے رویے میں پہلے جیسی ایروگینس نہیں رہی مگر مجھے پہلی ملاقات والا روڈ اور اکڑ رویہ بھولا نہیں" اس نے خود کو احساس دلایا.

"اور ویسے بھی مونسٹر کے ساتھ گیم میں نے دبئی ایرپورٹ پر بیٹھ کر کھیلی تھی اور اس وقت...اس وقت تو وہ بھی وہیں پر تھے. جب میری فلائٹ ڈیلے ہوئی تو ظاہری سی

بات ہے ان کی فلائٹ بھی ڈیلے ہوئی ہو گی اور یہ بھی ممکن ہے کہ میری طرح مسٹر سی ای او نے بھی وقت گزاری کے لیے گیم آن کی ہو. گیم تو ویسے بھی ان کی اپنی ہے." وہ مونسٹر کی ذات کو الہان سے جوڑنے کی کوشش کر رہی تھی.

"پاکستان آنے کے بعد سے تفتیش کے دوران تقریباً ہر وقت وہ میرے ساتھ ہوتے ہیں. ہر وہ منظر جہاں میں ہوں وہاں وہ بھی موجود ہیں." اس کی آنکھوں کے آگے سے دھند چھٹنے لگی تھی.

"اگر مسٹر سی ای او ہی مونسٹر ہیں تو پھر وہ میرے ساتھ ہائیڈ اینڈ سیک کیوں کھیل رہے ہیں؟" وہ تعجب سے بولی.

"خیر جو بھی ہے...اس کھیل کو شروع انہوں نے کیا مگر کنٹنیو میں کروں گی." اس کی آنکھوں میں چمک آئی. ہاتھ میں پکڑا صفحہ اس نے سمندر میں پھینکا اور سمندر کی سطح پر ستاروں کے عکس کو دیکھنے لگی. وہاں بیٹھے بیٹھے اس کی سوچیں بھٹکنے لگیں تھیں. وہ خود کو مصروف رکھتی تھی تاکہ وہ اپنے ماں باپ کے بارے میں سوچ نہ پائے مگر جب بھی کوئی فراغت کا لمحہ میسر ہوتا اس کے دل و دماغ پر ان کے ساتھ ہونے والے ظلم کے باعث افسردگی چھا جاتی. وہ چاہ کر بھی ان پر سے اپنا دھیان ہٹا نہیں پا رہی تھی. قطرہ قطرہ آنسو اس کی آنکھوں سے بہنے لگے تھے. وہ صرف کیس کے باعث پاکستان میں

ٹھہری ہوئی تھی ورنہ وہ اسی وقت یہاں سے چلی جاتی جب اسے آنیہ کی وفات کا پتا چلا تھا. وہ کیس کو بیچ راہ میں چھوڑنا نہیں چاہتی تھی, وہ اپنے ماں باپ کے مجرم کے سزا دلوانا چاہتی تھی. کچھ دیر وہ یونہی خود اذیتی کی کیفیت میں روتی رہی پھر ہاتھ کی پشت سے آنسو صاف کرتے ہوئے وہ خود کلامی کے انداز میں خود سے عہد کرنے لگی.

"جس شخص نے میری ماں باپ کو مجھ علیحدہ کیا, انہیں تکلیف پہنچائی میں اسے کسی بھی صورت معاف نہیں کروں گی. اسے اس کے جرم کی سزا میں دلوا کر رہوں گی. چاہے اس کے لیے مجھے اپنی جان خطرے میں کیوں نہ ڈالنی پڑے."

لمبے لمبے سانس لے کر خود کو کمپوز کرتے ہوئے وہ آگے کا لائحہ عمل سوچنے لگی تھی. وہ اپنی سوچوں میں گم تھی جب اسے اپنی جانب بڑھتے قدموں کی آواز سنائی دی. بے اختیار اس کے ہاتھ پینٹ کی پوکٹ میں رکھی لیڈی گن کی جانب بڑھا. گن کو زور سے تھام کر اس نے تیزی سے رخ موڑا اور گن کی نال اپنے سامنے کھڑے شخص کی جانب کی.

"اب میں نے کیا کر دیا ہے جو میرے پر بندوق تان کر کھڑی ہیں؟" اپنی جان گن کا رخ دیکھ کر الہان غیر سنجیدگی سے بولا.

"آپ یہاں کیا کر رہے ہیں؟" حجر کی آواز میں گھلی نمی محسوس کر کے الہان چونکا تھا.

"میں کافی کے پوچھنے کے لیے آپ کے کمرے تک گیا تھا. کافی دیر دروازہ ناک کرنے پر جب کسی نے نے دروازہ نہ کھولا تو میں نے ریسیپشن سے آپ کے متعلق پوچھا. انہوں نے آپ کے ہوٹل سے باہر جانے کے متعلق بتایا. مجھے معلوم تھا کہ آپ سی سائیٹ پر آئی ہونگی اس لیے میں کافی لے کر یہیں آگیا. یہ لیں." کافی اس کی جانب بڑھاتے ہوئے الہان خوشدلی سے بولا. حجر کی ہوٹل میں غیر موجودگی کے باعث اپنے پریشان ہونے کا قصہ وہ گول کر گیا تھا.

"شکریہ" کہتے ہوئے اس نے کافی تھام لی اور اس کے چھوٹے چھوٹے سپ لینے لگی.

الہان بھی اس سے کچھ فاصلے پر وارف پر بیٹھ گیا تھا.

"میرے آنے سے پہلے آپ رو رہی تھیں؟" ستاروں کی سنہری مائل مدھم روشنی میں اس کے افسردہ چہرے کو دیکھتے ہوئے الہان نے سوال کیا. اس کے سوال پر ایک لمحے کے لیے حجر تذبذب کا شکار ہوئی.

"نہیں" نظریں چڑاتے ہوئے اس نے جھوٹ بولا

The corner of your mouth is drooping, inner portion of brows are raising. Your cheeks are

sloping downward. Your facial expressions are in pain

اس کے چہرے کے تاثرات کا جائزہ لینے کے بعد الہان بولا. اس کے یوں باریک بینی سے جائزہ لینے پر خفیف ہوئی مگر جواب میں کچھ کہنا اس نے ضروری نہیں سمجھا.

"دیکھیں... حجر زندگی میں ایسے بہت سے لمحات آتے ہیں جب ہمیں اپنی زندگی بے معنی سی لگتی. یوں لگتا ہے کہ جیسے ہم راہ سے بھٹک جاتے ہیں. ہماری زندگی کا مقصد کہیں کھو سا گیا ہے. ہم سب کی زندگیوں میں برا وقت آتا ہے مگر ایک بات یقینی ہے کہ جب بہار آتی ہے تو ہم خزاں کے دکھ بھول جاتے ہیں."

"پت جھڑ کے موسم میں درخت سے ٹوٹ کر گرنے والی شاخ انسان کبھی نہیں بھولتا. نہ میں اپنے ماں باپ بھول سکتی ہوں اور نہ ان کے بچھڑنے کی تکلیف." وہ دکھ سے بولی.

"اپنے ماں باپ کوئی بھی نہیں بھولتا اور نہ ہی میں آپ کو انہیں بھولنے کے لیے کہہ رہا ہوں. میں بس یہ چاہتا ہوں کہ آپ موو آن کر لیں. پچھلے کچھ سالوں سے آپ کی زندگی کا مقصد اپنی پہچان تلاش کرنا تھا. اپنی پہچان آپ نے حاصل کر لی اب آگے کا

سوچیں. زندگی کے یہ باب بند کر کے اس کا رخ کسی اور جانب موڑیں. "الہان اسے سمجھانے کی پوری کوشش کر رہا تھا.

"مثلاً... کس جانب؟ آپ کوئی مشورہ دیں کہ مجھے اب کیا کرنا چاہیے؟" بغیر سوچے سمجھے وہ بولی.

"شادی کر لیں." لمحے کی تاخیر کیے بغیر الہان نے مشورہ دیا.

"ہا... شادی؟" وہ طنزاً مسکرائی.

"شادی کرنے میں کیا حرج ہے؟" الہان نے تعجب سے سوال کیا.

"ہر پریشانی, ہر مسئلہ شادی کرنے سے حل نہیں ہوتا مسٹر...." ابھی اس کی بات منہ میں ہی تھی جب الہان بول اٹھا.

"بندہ خاکسار کو الہان مرتضی کہتے ہیں. بہتر ہے کہ آپ مجھے الہان کہیں."

"اچھا" اس کا انداز واضح طور پر جان چھڑانے والا تھا.

"ہم آپ کی شادی پر تھے." الہان موضوع کی جانب پلٹا.

"اس موضوع کو رہنے ہی دیں." بیزاری سے بولتے ہوئے اس نے کافی کا گھونٹ بھرا.

"آپ کی مور نے مجھے کہا ہے کہ میں آپ کو سمجھاؤ۔"اس کو کنونس کرنے کے لیے الہان نے جھوٹ کا سہارا لیا۔

"کیا واقعی؟ مور ایسا نہیں کر سکتی۔"وہ بے یقینی سے بولی۔

"ایسا ہی ہے۔"الہان نے اسے یقین دلانا چاہا۔

"آپ نے اب تک شادی کیوں نہیں کی؟"حجر نے اس کا دھیان ہٹانے کے لیے اس کی ذات کو موضوع گفتگو بنایا۔

"کیونکہ میں آپ کو ڈھونڈنے میں مصروف تھا۔"الہان نے سارا ملبہ اس کے سر ڈالا۔

"کیا مطلب؟"وہ نا سمجھنی سے بولی۔

"دراصل پھپھو نے مجھ سے وعدہ لیا تھا کہ میں آپ کو تلاش کروں۔"الہان نے وضاحت دی۔

"انہوں نے یہ تو نہیں کہا تھا کہ میرے ملنے سے پہلے شادی نہ کرنا۔ آپ شادی کے بعد بھی مجھے تلاش کر سکتے تھے۔"حجر جھنجھلا کر بولی۔

"آپ کی غیر موجودگی میں میری شادی ممکن نہیں تھی۔"وہ ذو معنی خیر انداز میں بولا۔

"کیوں؟ کیا آپ کا نکاح میں نے پڑھوانا تھا؟"وہ زچ کرنے والے انداز میں بولی۔

"آپ سمجھ نہیں پا رہیں یا سمجھنا نہیں چاہ رہی؟"وہ آنکھیں سکیڑے اس کو گھور رہا تھا۔

"آپ ٹھیک سے سمجھا نہیں رہے۔" وہ لاپرواہی سے بولی۔

"اوکے... واضح الفاظ میں سمجھاتا ہوں۔ آپ کی غیر موجودگی میں, میں نے اس لیے شادی نہیں کی کیونکہ مجھے آپ سے شادی کرنی تھی۔ اب چونکہ آپ مل چکی ہیں اسلیے مزید تاخیر کرنے کی ضرورت نہیں۔ ویسے تو ہمارا ہاں ایسی باتیں خاندان کے بڑے کرتے ہیں مگر میرے اور آپ کے بڑوں میں صرف احتشام چچا ہی اس دنیا میں ہیں اور ان کی تو خود کی شادی نہیں ہوئی وہ بھلا ہماری کیسے کروائیں گے۔ تبھی میں نے سوچا کہ خود ہی آپ سے بات کرلوں گی۔ تو بتائیں مس حجر ہارون کیا آپ مسٹر الہان مرتضی سے شادی کریں گی۔" اس کی جانب رخ موڑ کر وہ یوں بول رہا تھ جیسے کوئی عام سی بات کہہ رہا ہو۔ کافی کا آخری گھونٹ بھرتے ہوئے اس کی بات سن کر حجر کو اچھو لگا۔ الہان وہ آخری شخص تھا جس سے وہ پرپوزل کی توقع کرسکتی تھی۔ لمحے کے ہزارویں حصے میں اس نے اپنی حیرت پر قابو پایا پھر اپنے ازلی پر اعتماد انداز میں بولی

"آپ میری سوچ تک رسائی رکھنے کا دعوی کرتے ہیں۔ اگر آپ اس دعوے میں سچے ہیں تو آپ کو میرا جواب معلوم ہوگا۔ کیا لگتا ہے آپ کو کہ میں پرپوزل کا کیا جواب دوں گی؟" وہ چبھی نگاہوں سے اس کی جانب دیکھ رہی تھی۔

"مجھے سو فیصد یقین ہے کہ آپ انکار کریں گی۔" وہ پرسکون اور پر اعتماد انداز میں بولا۔

"آپ کی امیدوں پر پورا اترتے ہوئے میں آپ کے پرپوزل کو انکار کرتی ہوں۔" کوئی لگی پٹی رکھے بغیر وہ صاف گوئی سے بولی۔

"ایک بات میں آپ کو بتاتا چلوں کہ آپ کے اس انکار سے میں ناامید نہیں ہوا ہوں۔ مجھے شروع دن سے معلوم تھا کہ آپ انکار کریں گی مگر میں اتنا بھی جانتا ہوں کہ میں آپ کو منالوں گا۔ آپ چاہے دس دفعہ انکار کر لیں میں ہمت نہیں ہاروں گا۔ شادی کرنی ہے تو آپ سے کرنی ہے ورنہ نہیں کرنی۔" اپنے مزاج کے برخلاف وہ برا منائے بغیر بولا۔

"دیکھتے ہیں۔" وہ چیلنجنگ انداز میں بولی۔

"دیکھ لیجیئے گا۔" الہان پر اعتمادی سے بولا۔ حجر نے کوئی جواب نہ دیا۔ اب ان کے درمیان خانوشی حائل تھی اور اس خاموشی میں لہروں کا شور بلند تھا۔

"کچھ دیر پہلے آپ نے کہا تھا 'کہ میں نے آپ کی سوچ تک رسائی حاصل کرنے دعوی کیا ہے' پر میں نے تو آج تک ایسا کوئی دعوی نہیں کیا۔" کچھ دیر پہلے کی گفتگو سوچتے ہوئے الہان بولا۔

"کیا آپ نے ایسا دعوی نہیں کیا؟" حجر مصنوعی حیرانگی سے بولی۔ درحقیقت یہ دعوی الہان نے مونسٹر کی حیثیت سے کرپٹو گرام میں کیا تھا۔ حجر میسج پڑھ کر چونکہ یہ جان

چکی تھی کہ الہان ہی مونسٹر ہے مگر الہان کو ابھی تک معلوم نہیں تھا کہ حجر نے میسج پڑھ لیا تبھی تو وہ اپنے کہے الفاظ سے ہٹ گیا تھا.

"نہیں." اس نے بے جھجک جھوٹ بولا.

"اچھا... پھر میں نے روانگی میں ایسا بولا دیا ہو گا. سوری" اس نے کندھے اچکاتے ہوئے ایسے ظاہر کیا جیسے اسے الہان کے جھوٹ پر یقین آ گیا ہو.

"کوئی بات نہیں" اس کے یقین کرنے پر شکر کا سانس لیتے ہوئے وہ سمندر کے ٹھہرے ہوئے پانی کو دیکھنے لگا.

"کبھی کبھی ان تیز لہروں کو دیکھ کر مجھے خوف آتا ہے. کیا آپ کو سمندر سے خوف آتا ہے؟" اسے سمندر کو گھورتے دیکھ کر حجر نے استفسار کیا.

When you hit rock bottom the only way to " go is up"

"جب ہم کسی چیز کی حد کو چھو لیتے ہیں تو ہماری پاس صرف اس پر حاوی ہونے کا واحد راستہ بچتا ہے. میری زندگی میں بھی یہی ہوا. عمر زیب کمال کی قید میں, میں نے اندھیرے کے, مار کے, تنہائی کے, پانی کے خوف کی آخری حد محسوس کر لی ہے تبھی میں ان پر قابو پا چکا ہوں. اب یہ خوف مجھے نہیں ستاتے." وہ سرد لہجے میں بولا. اس کا

پل پل بدلتا رویہ حجر کو حیران کر رہا تھا. وہ اس کا رویہ سمجھ نہیں پا رہی تھی. ایک آخری نگاہ حجر نے اس پر ڈالی جواب ذہنی طور غیر حاضر تھا پھر خانو شی سے اٹھ کر ہوٹل کی جانب بڑھنے لگی. اس کے جانے کی آہٹ محسوس کر کے الہان نے ان بری یادوں سے پیچھا چھڑایا اور اسے وہاں سے جاتے ہوئے دیکھنے لگا.

.....

(جاری ہے۔)

نوٹ

صیاد از رباب تنویر پڑھنے کے بعد اپنی رائے سے ضرور آگاہ کریں۔ نظرِ ثانی کرتے ہوئے اس بات کو یقینی بنایا گیا ہے کہ کسی قسم کی غلطی نہ ہو اگر پھر بھی کوئی غلطی رہ گئی ہو تو اس کی نشاندہی ضرور کریں تاکہ ہم اس کو بہتر کر سکیں۔

تعاون کا طلبگار

ادارہ (نیو ایرا میگزین)